ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

جدید پاکستانی شعرا کی فکری جہات

ڈاکٹر عظمیٰ حسن
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جامعہ کراچی

Abstract
After the establishment of Pakistan, the themes of Urdu poetry are emigration, memory and depression, and later, discomfort and despair due to the lack of fruits of independence. Urban life and the Industrial Revolution are seen as a protest against the capitalist system and social inequalities. In spite of the defense of the country in 1965, until the tragic events of the fall of Dhaka in 1971, the gold of consciousness that was brewing in the furnace of the situation was slaked. The dawn of his freedom was tarnished with his existence, but let's say that the goal has not yet come, the direction and the goal that exists. Yea is actually the consciousness of modern poets.

قیامِ پاکستان کے بعد اردو شاعری کے موضوعات میں ہجرت، یاد اور افسردگی اور بعد ازاں آزادی کے ثمرات تک نارسائی کے سبب ناآسودگی اور مایوسی نظر آتی ہے۔ شہری زندگی اور صنعتی انقلاب سرمایہ دارانہ نظام اور معاشرتی ناہمواریوں کے خلاف احتجاج نظر آتا ہے۔ ۱۹۶۵ء میں دفاعِ وطن کے باوجود ۱۹۷۱ء میں سقوطِ ڈھاکہ کے المناک سانحات تک، حالات کی بھٹی میں پکنے والے تہذیبی شعور کا سونا کندن ہوتا تھا۔ بوجود اس کے آزادی کا اجالا داغ داغ تھا مگر بڑھے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی، میں سمت اور منزل کا جو ادراک موجود ہے۔ یہی دراصل جدید شعراء کا تہذیبی شعور ہے۔

اپنے اقدار، تہذیب اور روحِ عصر سے آگاہی مختلف انداز سے جدید شعراء کے کلام سے عیاں ہوتی رہی ہے۔ وقت کی رفتار، بدلتے ہوئے منظر نامے، تہذیبوں کے امتزاج اور تصادم فکری اسلوبیاتی سطح پر نمایاں ہوتے ہیں۔ آیئے اس پس منظر میں چند جدید پاکستانی شعرا کے کلام پر نظر ڈالتے ہیں۔

جمیل الدین عالیؔ:

جدید شعراء میں جمیل الدین عالیؔ نے گیت اور دوہے کی روایت کو زندہ کیا۔ عالیؔ جی کے ملی نغمے ان کے جذبہ جب الوطنی، تہذیب ملی کے گواہ ہیں۔

ہم تابہ ابد سعی و تغیر کے ولی ہیں
ہم مصطفویؐ مصطفویؐ مصطفویؐ ہیں
ہم مصطفوی ہیں
دین ہمارا دین مکمل
استعمار ہے باطل ازل
خیر ہے جدوجہد مسلسل
عنداللہ عنداللہ(1)

عالیؔ اپنی نظموں میں تاریخ، ارتقاء ذہن انسانی کو اپنا موضوع سخن بناتے ہیں۔ اپنی طویل ترین نظم انسان میں عالیؔ تاریخ، تمدن، فلسفہ، مذہب، ماضی، حال اور مستقبل پر بات کرتے ہوئے بلند فکری سطح سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ عالی کی شاعری اپنی زمین، اپنے طرز احساس، مشرقیت کی لہر اور اپنے معاشرے کی عکاس ہے۔(2)

جمیل الدین عالیؔ کی نظم ''انسان'' کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کہتے ہیں:

''عالیؔ کی نظم فکر و نظر کا بہت بڑا افق رکھتی ہے اور حیات انسانی کے نہایت بسیط و عریض عالم پر محیط ہے۔ اس میں آفرینشِ آدم سے لے کر آج تک کے انسان کی ارتقاء کی منزلوں کا جائزہ ایسے تاریخی شواہد و نفسیاتی کوائف، عمرانی اور سماجی اصول، فلسفیانہ تاملات اور سائنسی توجہات کے ساتھ کیا گیا ہے کہ عالی کی ژوف نگاہی، بشریات و سماجیات سے ان کی آگاہی معاشرتی و معاشی مسائل و عوامل سے ان کی وابستگی علوم جدیدہ سے ان کی واقفیت، مشرق و مغرب کے مطالعے کی وسعت اور سی وسعت کو شاعری کی زبان دینے کی غیر معمولی صلاحیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔(3) عالی نے اس نظیمیے کی وساطت سے اپنے قاری کو تہذیبی زندگی کا ایک ایسا تاب ناک شعور دیا ہے جے ایک بڑا تخلیقی فن کار اپنے عہد کو تاب ناک بنانے کے لئے اپنے تخیل میں ہمیشہ سجائے رکھتا ہے۔''(4)

بقول پروفیسر فتح محمد ملک:

''عالیؔ کے عہد کی شاعری میں کارل مارکس کی مساوات شکم اور سگمنڈ فرائڈ کی جنسی ہمہ اوست سے پھوٹنے والی شاعری کے باغیانہ معیارات اب تک مقبول و مروج چلے آرہے ہیں۔ یہ معیار جزوی صداقت عالم اشیاء کو ہی کل کائنات قرار دیتی ہے، اس کی رسائی فقط رضائی ظاہر و موجود تک ہے۔ چناں چہ اس شاعری میں باغیانہ گھن گھرج تو موجود ہے مگر حکیمانہ نظر مفقود ہے۔ عالی نے اس شاعری کے گمشدہ معیاروں کی بازیافت اور عصر رواں کے علمی اور سیاسی سیاق و سباق میں ان کی تشکیل نو کا بار امانت قبول کیا ہے۔ یوں اُن کی شاعری حکیمانہ کی شاعری کے قدیم اور جدید تصورات کو باہم دگر آمیز کر کے شاعر فردا کی آمیز آواز دینے لگی۔''(5)

عالیؔ سائنس اور فلسفہ کے نت نئے آفاق کی سیر کرتے وقت اپنے تجربات و مشاہدات کو مسلمانوں کی علمی و فکری روایت کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ یہ نئی سچائیاں ہماری تہذیب کی روح میں رچ بس کر ایک ایسا شعری پیکر اختیار کرتی ہیں کہ قدیم شعری روایت سے اخذ کردہ لفظیات، محاکات اور تراکیب نئے حقائق اور تازہ تر انکشافات سے تھر تھرانے لگتی ہے۔ یوں سائنس اور فلسفہ کی ہر نئی کروٹ مسلمانوں کی اپنی تہذیب کی وسعت و تجدید کا فریضہ سرانجام دیتی نظر آتی ہے۔(6)

میں کچھ سمجھا مگر پھر بھی نہیں سمجھا
مجھے تو میرے ہی آئینوں میں عکس نمود کھلا
مجھے تو چند صدیاں دے ہی دے جن میں مجھے جتنے بھی حرف و لفظ آجائیں
انھی سے ایک زباں، تعبیر ہر کون و مکاں اپنی بنانی ہے
مجھے سب ہوش مندانِ زرافشاں، جس قدر بھی دے گئے اور جو بھی دیں منظور ہے لیکن مرے دل میں سوالوں کی جو دنیا ہے وہ ماضی حال مستقبل سے وابستہ سہی پھر بھی
ابھی مری اپنی لگن میں اور جلن ہی میں مقید ہے دوانی ہے
اس کا دوانہ پن بھی تو تیری تلاش بے کراں ہی کی کہانی ہے یہ صدیاں تو الف بے تھیں(7)

عالیؔ کی خارجی مسافتیں کسی پتھر پلے انسان یا مشینی آدمی کی مسافتیں نہیں ہیں۔ ایک ایسے دل کی ہیں جو قدم قدم پر حسن و جمال سے مسحور صنعتی اور تہذیبی ترقیوں سے متاثر، نت نئے ثقافتی ماحول سے پتھر کھلانا جانتا ہے۔ پگھل کر نئے انسان میں ڈھلنا جانتا ہے۔ ایسے نئے انسان میں جسے اپنی بنیادوں کا شعور ہے۔''(8)

عبدالعزیز خالد:

عبدالعزیز خالد نے اردو شاعری کے دامن کو نہ صرف وسیع، کیا بلکہ عالمی ادب کے سرمایہ کو اردو شاعری میں رچا دیا۔ عربی، فارسی، لاطینی، عبرانی، سنسکرت زبان و ادب کو اردو سے ہم آمیز کر دیا۔ اپنی شاعری پر عربی کے اثرات کے حوالے سے عبدالعزیز خالد کہتے ہیں کہ:

''میری شاعری پر عربی کا اثر اس وجہ سے ہے کہ قرآن و حدیث ہمارا تہذیبی سرمایہ ہیں۔ انہیں ہماری زبان میں ضرور شامل ہونا چاہئے۔ جب تک یہ نہیں کیا جائے گا ہم خلا کے گرد چکر لگاتے رہیں گے اور مستقبل کی تعمیر نہ کر سکیں گے، مذہب کو صرف عبادت تک محدود کر دیا اور اسے خشک موضوع سمجھ لیا ہے۔ مغرب کے مفکروں کے مقولوں کے ہم

آئے دن حوالے دیتے ہیں لیکن یہ سب حدیث میں موجود ہیں اور ہم ان سے استفادہ نہیں کرتے۔ ہمیں قرآنی تعلیمات کو محور بنا کر اس کے گرد زندگی کا تانا بانا بننا چاہئے۔ اصل زندگی تو یہی ہے۔ باقی جو ہے وہ محض اس کا عکس ہے۔"(9)

انہیں نظریات کو عبدالعزیز خالد اپنی شاعری میں سموتے ہیں۔ عبدالعزیز خالد نے دنیا کی مختلف اساطیر اور دیومالا کے ساتھ ساتھ الہامی مذاہب میں جن قصائص کا ذکر ہے ان کو بھی اپنا موضوع بنایا ہے۔ انسانی تاریخ اجتماعی شعور کے سفر کو مختلف تہذیبوں کے رنگوں اور زبانوں کے مزاج سے سجا کر اردو شاعری میں پیش کیا۔

"عبدالعزیز خالد نے دیومالا کے تشبیہی و علامتی استعمال سے بہت وسیع کام لیا اور اس طرح اردو ادب جس کے دامن میں کوہ سینا، فاران، طور، ید بیضاء خضر، تیشۂ فرہاد، قیس و لیلیٰ کی گنی چنی تلمیحات تھیں، کو اقبالؔ کے بعد سب سے زیادہ وسعت دی ہے۔"(10)

عبدالسلام خورشید کے نزدیک عبدالعزیز خالد ایک طرف یونانی دیومالا اور دنیا کے بہترین کلاسکی ادب سے روشنی اخذ کرتے ہیں تو دوسری طرف آسمانی صحیفوں کی ضیا بار کرنوں سے بھی فیض یاب ہوتے ہیں۔ السنہ شرقیہ میں انہیں گہرا اور اک حاصل ہے۔ انہوں نے اردو کو ایک نیا اور منفرد اسلوب دیا ہے۔ انہیں عربی، فارسی، لاطینی اور عبرانی پر بھی پورا عبور حاصل ہے اور اپنے اس علم سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے اردو شاعری کے دامن کو نئے اور انوکھے موتیوں سے مالا مال کیا ہے۔(11)

گروہیوں نے سونپا تحویل میں ہماری
الام کا سرشتۂ افکار کی ولایت
اک کھیل ہے بظاہر آئین حسن کاری
درکار فن ہے لیکن اک عمر کی ریاضت
آسان نہیں کچھ ایسا شیوہ نوا گری کا
آشوب چشم و دل ہے افسونِ شعر و حکمت(12)

وزیر آغاؔ:

وزیر آغاؔ نے اپنے معاصرین کی طرح مشرق کو تخلیقی گہرائی سے دوبارہ آشنا کیا۔۔۔ ڈاکٹر وزیر آغاؔ نے ہمیں مغربی ادبی کلچر سے محفوظ کرتے ہوئے مشرق کی طرف ہمارا فکری رخ موڑ کر دیانتدارانہ طور پر یہ بتایا ہے کہ مشرق میں صدیوں سے کلفچر کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔"(13)

اس شعور کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے کلام سے اردو شاعری کو ایک نیا مزاج دیا۔ انہوں نے نئے جہاں معنی تلاش کیے ہیں اور روح عصر کو اخلاقی اقار، ملکی حالات، بین الاقوامی بدلتے ہوئے رجحانات اور سیاسی پس منظر کی روشنی میں دیکھا۔(14) اپنے عصر سے بلند تر صوت و صدا کی شاعری کا سلسلہ فرد سے سماج میں منتقل ہوتا ہوا وسیع تر کائنات کے پھیلاؤ کا کھوج وزیر آغا کو نہ صرف ممتاز و منفرد بناتا ہے بلکہ شرافت نفس اور تہذیبی تربیت کے سرمایے میں ان کی غزل ایک ناقابل فراموش ادبی اضافہ ہے۔ اور ہمہ جہتی فکر و احساس کی نئی توانائی کا اشاریہ بھی ہے۔"(15)

وزیر آغاؔ اپنی روایات، ارضی اور سماوی کلچر کو اپنے کلام کا حصہ بتاتے ہیں:

کوہ ندا کے سحر میں تھا گم تمام شہر
اور شہر کے فسوں میں گرفتار ہم بھی تھے
کوزوں کے ساتھ ہم بھی تھے بکھرے پڑے وہاں
اس شہر بے مثال کے آثار ہم بھی تھے(16)
یہ ہوتا تھا یہ ہونا تھا
کہ میں نے اک عجب
اسرار کے اندر

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

چلے جانے کی خواہش کی
جہاں خستہ چٹانیں جابجا بکھری پڑی تھیں
شجر پتھرا گئے تھے
کلس، مینار، گنبد بھر چکے تھے
جہاں اک دھند کا بے انت
لمبا غار تھا
جس میں "نہیں" کی بادشاہت تھی
میں کھنچتا جا رہا تھا غار کی جانب
اترتا جا رہا تھا غار کی جانب
جہاں اک پر تھا... ٹھنڈی روشنی کا
جو ہونے کی ''انوکھی'' داستاں
اندھے خلا کی لوح پر تحریر کرتا جا رہا تھا
مجھے
اسرار کے ہالے کے اندر
یوں چلے جانے کی جرات کیوں ہوئی
میں کس لئے ٹھہرا رہا
حیران و ششدر، بے دھڑک
واپس چلے جانے کا
میں نے کیوں نہ سوچا اس گھڑی!
اور اب یہ حال ہے میرا
کہ میں اک پر کٹے طائر کی صورت
شفاخانے کی ممتا سے بھری جھولی کے اندر
سرنگوں ہوں
مگر میں ایک چٹکی روشنی تو لے ہی آیا ہوں(17)

سلیم احمد:

جدید شعرا میں سلیم احمد کو خاص مقام حاصل ہے۔ مشرق کی وضاحت کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

میرے نزدیک مشرق ''ایک روحانیت کا نام ہے۔ مغرب اس کے مقابلے میں مادیت ہے تو جب میں نے یہ کہا کہ مشرق ہار گیا تو میں نے یہ کہا کہ انسان کے اندر وہ قوت جو اس کی روح کی طرف لے جاتی ہے اور اس سفر میں اس کو بلندی کی طرف لے جاتی ہے۔ جو مشرق میں در آئے ہیں اتنی ہی مادیت پھیلی ہے یہاں تک کہ عام زندگی کو چھوڑ دیجئے شعر و ادب کے تصورات کو دیکھئے یہ ادب یہ شاعری ہماری عظیم ترین روایت ہے مگر لوگوں نے کہا کہ یہ خیالی طوطا مینا ہے۔ کار بے کاری ہے۔ یعنی بطور ایک روحانی Activity کے ادب کی اہمیت کا احساس زائل ہو گیا تھا۔''(18)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

سلیم احمد کا کہنا ہے کہ ہماری موجودہ سوسائٹی کو میر، سودا، نظیر اور آتش کی پوری کلیات کا مطالعہ بالجبر کرانا چاہئے یہ ایک تہذیبی خدمت ہو گی۔"(19)

سلیم احمد مشرق کی بیداری کے بارے میں کہتے ہیں:

"۔۔۔سوال یہ ہے کہ کیا مشرق میں اس بات کا امکان ہے کہ وہ دوبارہ اپنی روحانیت کو زندہ کر سکے۔۔۔ جس دور میں ہم ہیں یہ دور بھی تاریخ کا اتنا ہی اہم دور ہے جتنا کوئی اور دور تھا۔ یہ تو اپنا Process پورا کرے گا۔ یہاں تک کہ نیا دور شروع ہو جائے گا، جس میں انسان اپنی روحانیت کی بازیافت کرے۔ جب وہ دوبارہ بازیافت کرے گا تو اس کا سفر اس سمت میں شروع ہو گا تب مشرق کی ترقی دوبارہ شروع ہو گی۔ مشرق میں جو کچھ ہوا سنگ میل بنے گا۔۔۔ مشعل راہ بنے گا یہ ایک نئی روحانیت کا آغاز ہو گا۔"(20)

مشرق کی ایک نمایاں شناخت اس کا مذہب کی طرف رجحان ہے۔

"دنیا میں آج تک کوئی گھر ایسا پیدا نہیں ہوا جس کی بنیاد مذہب پر نہ ہو۔ ساری پرانی تہذیبیں مذہب سے پیدا ہوئی ہیں۔ اسی لئے ٹی۔ ایس ایلیٹ نے کھیر کو مذہب کا اوتار کہا ہے۔ ہمیں اپنی قدیم تہذیبوں کے وارث ہونے کی بنا پر نہ صرف اس پر فخر کرنا چاہئے بلکہ اس میں اضافہ کرنا چاہئے تاکہ آنے والی نسلیں ہم پر فخر کر سکیں۔"(21)

اس نظم "مشرق ہار گیا" کے بارے میں پروفیسر کرار حسین صاحب نے بہت فکر انگیز بات کہی ہے۔ انہوں نے کہا ہے:

"روایت اور مشرقیت سے سلیم کو جو وابستگی تھی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے "مشرق ہار گیا" لکھ کر اپنے قلبی محسوسات کا اظہار کیا ہے۔ مشرقیت کی شکست کا احساس ان کا آخری موضوع سخن تھا۔"(22)

مشرق ہار گیا ہے
یہ بکسر اور پلاسی کی ہار نہیں ہے
ٹیپو اور جھانسی کی رانی کی ہار نہیں ہے
ایسی ہار تو جیتی جا سکتی ہے (شاید ہم نے جیت بھی لی ہے)
لیکن مشرق اپنی روح کے اندر ہار گیا ہے
قبالا خان تم ہار گئے ہو
اور تمھارے ٹکڑوں پر پلنے والا لالچی مارکو پولو
جیت گیا ہے۔۔۔(23)

احمد فراز:

احمد فراز نے اردو شاعری میں عہد جدید کے مزاج بدلتی ہوئی احساسات کی سطح کو پیش کیا۔ بقول نظیر صدیقی:

"فراز کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے یہاں سماجی اور سیاسی موضوعات فیض کی طرح تغزل کی بھرپور دلکشی کے ساتھ آنے لگے فیض کی غزلوں میں سیاسی مضامین مجاہدانہ سرور و سرخوشی اور سرفروشانہ ہمت و حوصلہ کے ساتھ آتے ہیں اور فراز کے یہاں سیاسی موضوعات شاعرانہ تعبیر و تبصرہ کے ساتھ۔"(24)

"احمد فراز کے احتجاج میں ایک وقار اور متانت ہے انہوں نے جو لہجہ اپنایا ہے وہ کاٹ دار ضرور ہے مگر اس کی کاٹ میں بھی ایک تہذیب کی جھلک نظر آتی ہے محاصرہ ایک ایسی نظم ہے کہ اس پورے عہد میں مزاحمتی شاعری کے حوالے سے کوئی اور ایسی نظم منظر عام پر نہیں آئی۔"(25)

سو شرط یہ ہے جو جاں کی اماں چاہتے ہو
تو اپنے لوح و قلم قتل گاہ میں رکھ دو

وگرنہ اب کے نشانہ کمانداروں کا
بس ایک تم ہو۔ سو غیرت کو راہ میں رکھ دو

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

یہ شرط نامہ دیکھا تو ایلچی سے کہا
اسے خبر نہیں تاریخ کیا سکھاتی ہے

کہ رات جب کسی خورشید کو شہید کرے
تو صبح اک نیا سورج تراش لاتی ہے

سو یہ جواب ہے میرا مرے عدو کے لئے
کہ مجھ کو حرص کرم ہے نہ خوف خمیازہ
اسے ہے سطوت شمشیر پر گھمنڈ بہت
اسے شکوہ قلم کا نہیں بے اندازہ

مرا قلم نہیں کردار اس محافظ کا
جو اپنے شہر کو محصور کر کے ناز کرے
مرا قلم نہیں کاسہ کسی سبک سر کا
جو غاصبوں کو قصیدوں سے سرفراز کرے

مرا قلم نہیں اس نقیب زن کا دست ہوس
جو اپنے گھر کی ہی چھت میں شگاف ڈالتا ہے
مرا قلم نہیں اس دُزدِ نیم شب کا رفیق
جو بے چراغ گھروں پر کمند اچھالتا ہے

مرا قلم تو امانت ہے میرے لوگوں کی
مرا قلم تو عدالت مرے ضمیر کی ہے
اسی لئے تو جو لکھا تپاک جاں سے لکھا
جبھی تو لوچ کماں کا، زبان تیر کی ہے

میں کٹ گروں کہ سلامت رہوں یقین ہے مجھے
کہ یہ حصار ستم کوئی تو گرائے گا
تمام عمر کی ایذا نصیبوں کی قسم

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

مرے قلم کا سفر رائیگاں نہ جائے گا
سرشتِ عشق نے افتادگی نہیں پائی
تو قد سرو نہ بنی و سایہ پیمائی(26)

جون ایلیاؔ:

بقول پروفیسر سحر انصاری:

وہ مشرقیت کے پروردہ تھے۔ وہ بتاتے تھے کہ ان کے والد مشفیق ایلیا فلسفے اور عقلی مباحث کی طرف مائل تھے۔ جون ایلیا کی تعلیم جدید اسکولوں میں نہیں ہوتی بلکہ مدرسوں میں تعلیم حاصل کی جہاں عربی، فارسی کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ اس لئے ان کی شخصیت اور فکر پر مشرقی اور کلاسیکی اثرات نمایاں رہے۔۔۔"(27)

جون ایلیا کے بارے میں فہمیدہ ریاض کہتی ہیں:

"بھائی جان کے اصلی وجود کی ایک ٹھوس حقیقت بھی تھی۔ عجب اٹل حقیقت تھی، دھان پان سے اس وجود کی جو اصلی، کچی اور کھری تھی۔ جس کی نے جڑیں بہت گہری۔ گویا صدیوں میں تھیں۔"(28)

امام شامی جون ایلیا کے حوالے سے اپنے مضمون "Introduction to Jawn Ella" میں لکھتے ہیں:

He hed an encyclopaedic kKnowlege of the history of Philosophy, religion, Islamic mysticism and even Kabba, the mystical aspect of judaim, Therefore, you will find in his Poetry and Prose Tracs from the old Testament, the Bible and the Quran(29)".

جون ایلیاؔ کا وسیع مطالعہ، ان کا مزاج اور شعور اور زاویہ فکر بہت واضح انداز سے ظاہر ہوتا ہے۔ مشرق اور مغرب کے حیق مطالعے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اصل کو پہچانا جائے۔ اس حوالے سے جب جون ایلیا سے سلطانہ میر صاحبہ نے پوچھا کہ:

کیا آپ بھی ہمارے بہت سے شعرا اور ادیبوں کی طرح مغربی ادب سے مرغوب ہیں؟

جواب میں وہ مسکرائے۔ چند لمحے خاموش رہے اور پھر بولے:

"اگر کسی فکری وقتی مظہر سے مرعوب ہونا کوئی کار ثواب ہے تو پھر اصلی مظہر اور اصلی تخلیق سے متاثر ہونا چاہئے۔ میں کسی ادعا کے ساتھ تو کچھ کہنے کی جرا نہیں رکھتا لیکن میرے حقیق ترین مطالعے نے بتایا ہے کہ مغرب کا عظیم ادب مشرق کے سامی ادب کی خوشہ چینی ہے۔"(30)

جون کے زاویہ فکر اور تہذیبی شعور کا احساس ان کے کلام میں نہایت واضح انداز میں ملتا ہے۔ تہذیب و تمدن کے تاریخی مناظر ہوں کہ فکری اور اک حب الوطنی کی داستانیں ہوں کہ مستقبل کا لائحہ عمل، جون ایلیا کا تہذیبی شعور نہایت نمایاں ہے۔

شام ہوئی ہے یار آئے ہیں یاروں کے ہمراہ چلیں
آج وہاں قوالی ہو گی جون چلو درگاہ چلیں
اپنی گلیاں اپنے رستے اپنے جنگل اپنی ہوا
چلتے چلتے وجد میں آئیں راہوں میں بے راہ چلیں
جانے بستی میں جنگل ہو یا جنگل میں بہتی ہو
ہے کیسی کچھ ناآگاہی آؤ چلو ناگاہ چلیں
کوچ اپنا اس شہر طرف ہے نامی ہم جس شہر کے ہیں
کپڑے پھاریں خاک بہ سر ہوں اور بہ عز و جاہ چلیں(31)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

یہ عہد وہ ہے کہ دانشوران عہد پہ بھی
منافقت کی شبیہوں کا خوف طاری ہے
نماز خوف کے دن ہیں کہ ان دنوں یارو
قلندروں پہ فقیہوں کا خوف طاری ہے(32)
دیا ہے کام انہیں شب کے سرپرستوں نے
سپیدۂ سحری کو سیاہ کرنے کا
ملا ہے عہدہ کیسائے غرب سے ان کو
شعور مشرق نو کو تباہ کرنے کا(33)
ہم تو خاطر میں بھی نہیں لاتے
اہلِ دولت کو شہریاروں کو
ہم نوا گر ترے عوام کے ہیں
دوست رکھتے ہیں تیرے پیاروں کو

یہ بڑی ساز گار مہلت ہے
یہ زمانہ بہت غنیمت ہے
شوق سے ولولے طلب کر لیں
جو نہ اب تک کیا وہ اب کر لیں

دل بہ دل ربط جاں رہے تجھ سے
صف بہ صف تیرے جاں نثار رہیں

ہر فسانہ بہم کہا جائے
میں جو بولوں تم ہم کہا جائے(34)

حواشی

جمال پانی پتی،(انتخاب و ترتیب)،''عالیؔ کلام''2002ء،اکادمی بازیافت،ص218
منظر جاوید،ڈاکٹر،''کراچی کے دبستان شاعری میں اُردو غزل کا ارتقاء،ص188
جمیل الدین عالیؔ،''انسان''(طویل نظمیہ)،2007ء،مکتبہ ہم زبان، کراچی،ص17
ایضاً
ایضاً،38
ایضاً

جمال پانی پتی،(انتخاب و ترتیب)،''عالی کلام''،ص173
سعادت سعید،''جمیل الدین عالی کی شاعری''،مشمولہ:''جمیل الدین عالی فن اور شخصیت''،ایم۔حبیب خان(مرتبہ)،1988ء،انجمن ترقی اُردو ہند،ص101
وفا راشدی،''خالد کی شاعری میں تلمیحات''مشمولہ:''ماہنامہ تحریریں''مدیر:زاہدہ صدیقی،''عبدالعزیز خالد نمبر2''1977ء،چوک اُردو بازار،لاہور،ص115
تحسین فراقی،''دیومالا اور عبدالعزیز خالد''،مشمولہ''ماہنامہ تحریریں''،ص246
''تبصرے''مشمولہ:''ماہنامہ تحریریں''،ص390
عبدالعزیز خالد،''زنجیر رم آہو''،اشاعت دوم1965ء،دوآبہ کوآپریٹو پبلشر،لمیٹڈ،کراچی،ص162
رشید نثار،''ڈاکٹر وزیر آغا اور ہمارا عہد''،1998ء،ناشر:اسلام آباد ادبی سوسائٹی،راولپنڈی،ص90
ایضاً،ص235
مصور سبزواری،''وزیر آغا کی غزلیں''،مشمولہ''جھک اٹھی لفظوں کی چھاگل(غزلیں)(وزیر آغا)،اشاعت سوم2007ء،اظہار سنز،لاہور،ص23
عابد خورشید(مرتب)،''وزیر آغا کی بائیس نظمیں مطالعات''،2007ء،مکتبہ نردبان،ص127۔166
وزیر آغا،''چہک اٹھی لفظوں کی چھاگل''(غزلیں)
محمد سہیل عمر/جمیل پانی پتی(مرتبین)،''بیاد سلیم احمد-روایت۔3''1986ء،مکتبہ روایت،ص315
سلطانہ مہر،''سخنور-تذکرہ شعراء پاکستان''،1980ء،ادارہ تحریر،کراچی،ص189
محمد سہیل عمر/جمیل پانی پتی(مرتبین)،بیاد سلیم احمد۔روایت۔3،ص316
سلطانہ مہر،''سخنور-تذکرہ شعرا پاکستان،ص188
محمد سہیل عمر/جمیل پانی پتی(مرتبین)،''بیاد سلیم احمد۔روایت-3''،ص113
سلیم احمد،''کلیات سلیم احمد''2003ء،الحمرا پبلشنگ،اسلام آباد،ص380
نظیر صدیقی،''جدید اُردو غزل''،1984ء،گلوب پبلشرز،لاہور،ص120
محبوب ظفر،''پاکستانی ادب کے معمار:احمد فراز-شخصیت اور فن''،2006ء،اکادمی ادبیات،پاکستان،ص118
ایضاً،ص119-121
مصاحبہ:سحر انصاری،مقام:پاکستان اسٹڈی سینٹر14۔40۔30
بھائی جون/Http://jonelia.wordpress.com
Introduction to Jawn Elia by Imama Shani .Http://joneelia.wordpress.com /introduction to jawnwlia/
سلطانہ مہر،''سخنور۔تذکرہ شعرا پاکستان''،ص109
جون ایلیا،''شاید''ص217
ایضاً،ص48
ایضاً،ص49
ایضاً،ص86۔87